

عیشہ اپنے اندھیروں سے ڈھوبے ہوئے کمرے میرات کے سائے گہرے ہو رہے تھے عید کو چار دن ہی باقی تھے۔ آج رحمتوں کی رات تھی آج کی رات لوگ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ بیٹھی سسک رہی تھی۔

گناہ گناہ گناہ یہ سب اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی مانند لگ رہا تھا۔

اتنے سالوں سے اس نے نماز نہیں پڑھی تھی لیکن وہ ایسے گناہوں نہ میں ملوث نہیں ہوئی تھی لیکن آج سب ڈوب رہا تھا۔

ہمیشہ میں نے ہر اس شخص کی مدد کی جو غریب لاچار ہو میں نے کسی کا دل نہیں توڑا۔ وہ خود سے مخاطب سسک رہی تھی ہچکیوں سے اسے اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

ہاں میں اپنے رب سے دور رہی لیکن خود کو ہر اس گناہ سے دور رکھا لیکن اب جو گناہ ہوا ہے وہ مجھے برباد کر دے گا ہچکیوں میں روتی خود سے ہی مخاطب تھی

آج تو رحمتوں کی رات ہے یعنی کلیلۃ القدر کی رات بخشش کی رحمتوں کی رات وہ فوری سے اٹھتی ہے باہر قدم رکھتی ہے اتنے سالوں بعد اس نے خود کو وضو کرتے ہوئے محسوس کیا۔

اسکے کان میں صور پھونکنے کے لیے شیطان موجود نہیں تھا نہ ہی آج وہ اپنے نفس سے ہار سکتی تھی۔

تین مرتبہ کلی کی۔ تمہارا رب تمہیں معاف کرنے والا ہے پاپا کے الفاظ آج اسکے کانوں میں گونج رہے تھے۔

اپنے چہرے کو تین مرتبہ جب دھویا ٹپ پانی کے قطرے ایسے گرتے محسوس ہوئے جیسے اسکے گناہ اتر رہے تھے وضو کرنے سے۔ اس نے خود کو اللہ اکبر کہتے سنا۔۔۔ انسو اسکے آنکھوں سے اور شدت سے بہنے لگے۔

سجدے میں جاتے ہی اسکا جسم لرزنے لگا وہ نماز میں ہی اونچی آوازیں رونے لگی آنسو آنسو۔۔۔ دعا کے اٹھتے ہاتھوں کو دیکھا۔

ٹپ ٹپ آنسو آنکھوں سے ایسے بہ رہے تھے جیسے آج ہی سارے آنسو ختم ہو جائیں گے۔

یا اللہ میں گناہ گار ہوں مجھے معافی چاہیے۔

دوسرے طرف مسجد میں بیٹھا شخص مانگ رہا تھا یا اللہ اسے حفاظت میں رکھی میرے نیکیوں بدلے جو تو نے قبول کی ہو اسکے بدلے اس کی حفاظت فرمائے۔

حنیف نوال اپنے کمرے میں مثلے پر بیٹھے یا اللہ میری بیٹی کو میرے بعد اپنے حفظ و امان میں رکھی۔

اے اللہ ہم لڑکیاں کیوں اتنی نادان ہوتی ہیں اے میرے رحمن میرے گناہوں کو معاف فرما دے میرے گناہوں پر پردہ ڈال دے

میں توبہ کرتی ہوں میرے اللہ مجھے لگتا تھا دنیا کی محبتیں سب کچھ ہے میں غلط تھی میں اتنے سال دور رہی اب کہ زور و شور سے رونے لگی تھی ہچکیوں میں روتے ہوئے اپنے رب سے باتیں کر رہی تھی۔

کچھ گناہ آپ کو اپنے رب سے دور کے جاتے ہیں اور کچھ انہی گناہوں کی توبہ کے بعد اپنے رب کے نزدیک ہو جاتے۔ یہی معاملہ عیشہ کا تھا۔

فادی اور ساحر اٹھے مسجد سے باہر آئے رات کے ایک بج رہا تھا مسجد میں ابھی بھی لوگ عبادت کر رہے تھے۔

جہلم کے بازاروں میں آتے ہیں بھائی میرے جوتے رہتے ہیں میں وہ لے لوں آپ درزی سے کپڑے اٹھا لائے پھر موقع ملے گا کہ نہیں۔

فادی کو اچانک خیال آتا ہے۔ عیشہ نے اس مرتبہ مہندی نہیں منگوائی اسے تو مہندی کو بہت شوق ہے آجکل پتا نہیں یہ باندری کہا گم رہتی ہے مہندی لے جاتا ہوں خوش ہو جائے گی۔

مہندی لے چکا تھا موبائل پر رنگ لگ رہی ہے۔ ساحر کی کال آرہی تھی۔

بھائی کیوں کال کر رہے ہیں میں کو نسا گم ہو گیا ہوں ادھر ہی آجاتے بڑا فون اٹھاتا ہے۔

کہ سامنے سے ساحر پھولی ہوئی سانسوں سے بھاگتا ہوا آتا ہے۔

دونوں موبائل کان سے ہٹا لیتے ہیں۔ کیا ہوا بھائی آپ اتنے گھبرائے کیوں ہیں۔ فادی جلدی کرو بائیک کی چابی تمہارے پاس ہے نہ۔

جی بھائی کیا ہوا۔ تم جلدی بائیک سٹارٹ کرو۔ میں راستے میں بتاتا ہوں۔

عیشہ کمرے سے باہر نکلنے کا سوچتی ہے پاپا کو سب کچھ بتا دینا چاہیے وہ میرے سیسٹ فرینڈ پہلے ہیں لیکن یہ بات ایک بیٹی کیسے بتا سکتی ہے۔

آنسو پھر سے آنکھوں سے گرنے لگتے ہیں۔ ابھی کمرے سے باہر آتی ہے ناظمہ بی بی کمرے سے باہر بھاگتی ہوئی آتی ہے۔ عیشہ کی طرف۔

مما کیا ہوا؟

عیشہ تمہارے پاپا کی طبیعت نہیں ٹھیک انھیں سانس نہیں ٹھیک سے آ رہا۔

عیشہ پاگلوں کی طرح بھاگتی کمرے میں آتی ہے

جہاں حنیف نوال نڈھال پرے تھے۔

پاپا۔۔۔ پ۔۔۔ پاپا۔۔۔ کیا ہو آپکو۔۔۔

حنیف نوال آنکھیں کھول کے اپنی بیٹی کی سرخ پرتی آنکھوں کو دیکھتے ہیں۔

جن سے آنسوؤں کا ریا لا تیار تھا نکلنے کے لیے۔

عیشہ چیختی ہے ممما پاپا کو ہسپتال لے کر چلے۔ حنیف نوال عیشہ کا ہاتھ تھامتے ہیں۔ رویا مت کرو آپکے پاپا کو درد ہوتا ہے نہ۔ عیشہ کو رونا تو بہت آ رہا تھا لیکن وہ ضبط کرتی

ہے۔ پاپا ہمیں ہسپتال جانا ہے۔ میرا وقت آگیا ہے۔ ہمیں پاپا آپ ایسا مت کہے۔ عیشہ ترپ کر حنیف نوال کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیتی ہے کہ وہ ابھی چھوٹ نہ جائے۔

ایک سہمی ہوئی بچی لگ رہی تھی ابھی وہ۔

اپنا وعدہ مت بھولنا مضبوط رہنا۔ ”وعدے نبھانا سچے مومن کی نشانی ہے“

میں نبھاؤ گی۔۔۔ پ۔۔۔ پاپا۔۔۔ کاش آج میں اس میں مضبوط ہاتھ تھما سکتا۔

عیشہ کو سمجھ آتی ہے وہ سجاو کی بات کر رہے ہے۔

پاپا آپکا ہاتھ ہی میرا مضبوطی میری طاقت ہے۔

حنیف نوال کو ایک خون الٹی آتی ہے۔ ناظمہ بی بی حواس باختہ ہوئی تھی۔ بیگم۔۔۔ حنیف نوال پکارتے ہیں۔۔۔ ناظمہ بی بی کندھے پر سر رکھے رونے لگتی ہے۔ بچوں کا اور اپنا

خیال رکھنا۔ ابھی وہ کچھ اور کہتے ایبوسلینس کی آواز آتی ہے

ایبوسلینس پہنچ چکی تھی ہسپتال دور نہیں تھا

گھر کے قریب دس منٹ کے فاصلے پر تھا ناظمہ بی بی پہلے ہی کال کر چکی تھی۔

تم گھر ٹھہرو گھر کوئی نہیں ہے عیشہ کو ناچاہتے ہوئے بھی رکنا پڑتا ہے۔ آنسو اسکے بے قابو تھے۔ دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ بھائی اب تو بتائے کیا ہو مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔

فادی پاپا کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے انھیں ممما ہسپتال لے کر گئی ہیں۔

اللہ خیر کرے بھائی۔ پاپا کو کیا ہو سکتا ہے پاپا تو بالکل ٹھیک تھے۔

ناظمہ بی بی ہسپتال کے کوریڈور میں تھی دو منٹ بعد ڈاکٹر باہر آتا ہے۔

ساحر اور فادی ابھی اندر آتے ہی ہے کہ ڈاکٹر کے سامنے ان کی ماں انھیں بے ہوش ہوئی نظر آتی ہے۔
دونوں بھائی بھاگتے ہوئے آتے ہیں ماما اٹھیں کیا ہوا آپکو فادی پریشانی سے اپنی ماں کو اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوتا۔
جب ڈاکٹر ساحر کو کہتا ہے کہ sorry آپ کے پاپا کو کینسر تھا وہ لاسٹ سیٹیج پر تھے۔

میں نے انھیں ٹریٹمنٹ کروانے کو کہا تھا لیکن انہوں نے میری بات نہیں سنی وہ کہتے میرے پاس پیسے نہیں ڈاکٹر ابھی بھی بول رہا تھا لیکن وہاں سن کون رہا تھا۔
وہ لوگ تو اپنے حواسات کھو بیٹھے تھے

کینسر پاپا کو کینسر تھا؟؟ ڈاکٹر کے سوری والے الفاظ اسکے کانوں میں بجتے ہیں ابھی ڈاکٹر کچھ کہ رہا تھا لیکن وہ سننے کی حس وہ ناکام کانوں کو ان الفاظ پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
فادی کے رونے کی آوازیں ساحر کے کانوں تک پہنچتی ہے اسکا بھائی تورو رہا تھا۔ اچانک سے جیسے سننے کی حس واپس سے آئی تھی وہ گھر کا بڑا سربراہ تھا اسے ہی سنبھالنا تھا۔
ناظمہ بی بی بیہوش ہسپتال کے کمرے میں تھی
عیشہ کا دل گھبرا رہا تھا کسی انہونی کا احساس کچھ بہت برا وہ کال کرنے کی کوشش کرتی ہے کوئی کال نہیں اٹھا رہا۔
گھر کو بند کرتی رات کے دو بجے وہ ہسپتال کے لیے نہیں نکل سکتی تھی۔

پھوپھو کو کال کرتی ہوں۔ پھوپھو پریشان سی ہسپتال کے لیے نکل جاتی ہے
لیکن کوئی اسے لینے نہیں آیا تھا۔ ماہے اپنے ڈرائیور ساتھ اسکے گھر آ جاتی ہے
ساحر کو یکدم عیشہ کا خیال آتا ہے فادی بھی ساحر کے ساتھ اٹھتا
بھائی ہم اسے کیا بتائے گے وہ تو پاپا کے بغیر ایک دن نہیں رہ سکتی۔

سٹریچر کے ٹائروں کی چرچراہٹ کی آواز آتی ہے آپ باڈی کو لے جائے ساحر کو برے ہونے کا فرض نبھانا تھا وہ فادی کی طرح ہمت نہیں توڑ سکتا تھا سامنے سے پھوپھو
جمیلہ سجاول پھوپھا عثمان اعوان بھاگتے ہوئے آرہے تھے۔ جمیلہ سامنے کا منظر دیکھ رونے لگتی ہے سجاول اپنی ماں کو سنبھالنے لگتا ہے۔ ناظمہ بی بی کو بھی ہوش آچکا تھا
ہوش آتے ہی وہ پاگلوں کی طرح رونے لگی تھی۔

ساحر کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ سب کیسے سنبھالے گا۔

اسکے اپنے آنسو نہیں تھم رہے تھے وہ آج یتیم ہو گیا تھا یہی سوچ آج اسے مارے جا رہی تھی۔

پاپا۔۔۔ وہ رونے لگتا ہے بچوں کی طرح اپنی ماں کے گلے لگ۔ وہ خود کے آنسوؤں کا قابو نہیں کر سکا ماں کے گلے لگ کے سارے آنسو بہا دیے تھے

عیشہ کو ماہے حوصلہ دے رہی تھی کچھ نہیں ہوتا ماموں کو۔

باہر سے ایمبولینس کے ساءرن کی آوازیں آتی ہیں

ایک ساءرن کی آواز سے اسکے دماغ میں ہزاروں ساءرن بجتے ہیں۔۔۔ رونے کی آوازیں۔۔۔ عیشہ کے دل کو کوئی مٹھی میں جکڑ رہا تھا۔ ابھی وہ کوئی قدم اٹھاتی کے سٹریچر کو
اندر لایا جاتا ہے

ایک لمحہ لگا سمجھنے میں پاگلوں کی طرح آگے بڑھتی ہے۔ پاپا پاپا وہ چیختی جا رہی تھی پاپا آپ مجھ سے ناراض ہیں نہ آپ نے کہا تھا میں روؤں گی تو آپ دو رچلے جائیں گے۔

وہ اپنے آنسو صاف کرتی ہے لیکن آنسو پھر بھی بہ رہے تھے۔ کیا آنسوؤں پر بھی آپکا اختیار ہوتا؟؟ وہ چاہ کر بھی اپنے آنسو نہیں روک سکتی تھی وہ دنیا کا ہر وعدہ نبھا سکتی

لیکن آنسوؤں پر اسکا کوئی اختیار نہیں تھا پاپا میں نہیں روؤں گی پاپا مجھے چھوڑ کر نا جائے وہ روتے ہوئے کہ رہی تھی ساتھ ساتھ آنسو صاف کر رہی تھی۔ پاپا آپ کی بیٹی

بہت کمزور ہے پاپا نہ کریں میرے ساتھ ایسے۔ پاپا آپ میرا ہاتھ تھام لے پاپا۔ عیشہ اس سرد ہاتھ کو تھامتے ہے۔ لیکن اب جانے والا جاچکا تھا

پاپا اب آپکی بیٹی کے آنسو کون صاف کرے گا۔

کون حوصلہ دے گا مجھے۔ پاپا پلیز آٹھ جائیں نا۔ پلیز پاپا ایک مرتبہ آٹھ جائیں یہ آخری بات بہت آہستہ آوازیں کہتی ہے اور زمین پر بیٹھتی چلی جاتی ہے۔ مت چھوڑ کر جائیں۔ ناظمہ بی بی ایک مرتبہ پھر سے بیہوش ہو چکی تھی۔ لمحوں کا کھیل تھا آج وہ تینوں یتیم ہو گئے تھے۔

آج اس نے دل سے خواہش کی کاش کہ میرے حواس بھی باقیوں کی طرح کھو جائے کاش یہ کوئی برا خواب ہو۔ یہ سب ایک تلخ حقیقت تھی۔ اسے قبول کرنا ہی تھا۔ ہر جاندار شے کو موت کا مزہ چکھنا۔

”کچھ کاش ہمیشہ کاش رہ جاتے ہیں وہ کبھی پورے نہیں ہوتے ہماری زندگیاں اس کاش کے بھروسے پر ہے“ صبح ہوتے ہی جنازے کا وقت ہو گیا تھا۔ عبیشہ سن ایک جگہ فریز ہو گئی تھی۔ ناظمہ بی بی اپنے حواس میں نہیں تھی اپنی ماں کو دیکھ وہ ٹکروں میں تقسیم ہو رہی تھی۔ سجاد عثمان آگے بڑھتا ہے وقت ہو گیا۔ آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ فادی اور ساحر آگے بڑھ کر کندھا دیتے ہیں اور پھر باپ کے سائے سے محروم ہو چکے تھے۔

”باپ کے سائے کے بغیر زندگیاں تلخ حقیقت دکھاتی ہے۔“

♡-----

عید کے کپڑے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی جو حنیف نوال اسکے لیے لائے تھے۔

آج عید کا دن تھا گھر میں سناٹا تھا۔ اپنوں کے بغیر بھی کوئی عیدیں ہوتی ہیں۔ اپنے جاتے ہوئے ساتھ خوشیاں بھی لے جاتے ہیں۔

ناظمہ بی بی کمرے میں جمیلہ عثمان ساتھ تھی عدت میں ہونے کی وجہ سے ناظمہ بی بی ک۔ رے سے باہر نکلی تھی مرد حضرات افسوس کرنے آتے جاتے رہتے تھے اب عید کی وجہ سے عثمان اعوان کمرے سے باہر صحن میں ساحر اور فادی پاس موجود تھے۔

دیکھو ساحر۔۔!!

گھر کی ساری ذمہ داریاں تم پر ہیں

تم اکیلے میڈیا کی جاب... جس میں بیس ہزار تمہاری تنخواہ ہے کیا کیا کرو گے۔

میں تو کہتا ہوں فادی تم بھائی کا ہاتھ بٹاؤ پڑھائی چھوڑ دو اب۔ عثمان اعوان ٹانگ پر ٹانگ چرھائے بیٹھے بول رہے تھے۔

ساحر اپنے ماتھے پر پرے بل اور غصے کو پرسکون کرتا بولتا ہے۔ پھوپھا ہم پہلے بھی گزارہ کر رہے تھے اب بھی کر لے گے فادی اپنی پڑھائی مکمل کرے گا۔ ارے خاک پڑھائی کرے گا۔

تمہارا باپ اتنے وقت سے کینسر کا مریض تھا لیکن غریب بچارے سے اپنا علاج نہ کروایا گیا۔ ساحر اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کے لیے اپنی مٹھیاں بند کرتا ہے۔

اب اگر ماں کو کوئی بیماری لگ گئی اسکو بھی ایسی حالت میں رکھو گے کیا۔؟

میں تو کہتا ہوں فادی تم میرے آفس میں بیون کی نوکری کر لو ویسے بھی بیون کی ہمیں ضرورت ہے۔

کام کوئی بھی ہو رزق کا ذریعہ ہوتا ہے

چھوٹے کاموں سے کوئی کوتاہی نہیں ہے حرام مال سے بہتر ہوتا“ ساحر آگے ہو کر بولتا ہے عثمان اعوان کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ لیکن میرا بھائی ابھی پرھے گا جب تک میں

اس گھر کا بڑا سربراہ ہوں اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھاؤں گا۔ ساحر خاموش پڑھتا ہے کہ عثمان اعوان پھر سے بولتے ہیں

کل سجاد اور عبیشہ کا بھی نکاح ہے تیاریاں نہیں کرنی کیا۔؟

ساحر جو کب سے خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا آخری بات پر اسکا پارہ ہائی ہو جاتا۔ غصے کے انداز لیکن نرم لہجے سے بولتا ہے تاکہ اس موقع پر گھر میں کوئی ہنگامہ نہ ہو۔

پھوپھا جی ہمارا باپ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا اور آپ کا کہنا ہے کہ کل نکاح ہو۔

ابھی ہمارے باپ کو گزرے کتنے ہی دن ہوئے ہیں چہرے پر درد کے تاثرات لیے یہ بات کہی تھی تو بہتر ہے ایک مہینے تک صبر کر لیا جائے اگلی کوئی بات سننے بغیر وہاں سے چلا جاتا ہے۔

فادی بھی کیچن سے کھانا لے کر عیشہ کے کمرے کا رخ کرتا ہے۔ ماہے اپنے کمرے میں سہیلی پاس بیٹھی گپ شپ کر رہی تھی انٹر کی سٹوڈنٹ تھی آج ماہے سے ملنے آئی تھی ماہے کلج سے بہت ساری لڑکیاں غائب ہو گئی ہیں۔

کیا مطلب۔۔؟؟

مطلب کے بہت ساری لڑکیاں اغواء ہو رہی ہیں۔ تم بھی گھر سے زیادہ مت نکلا کرو۔ ماہے اسکی باتوں سے گھبرا جاتی ہے یا رڈراؤ تو مت۔ میں تمہیں ڈرا نہیں رہی حقیقت بتا رہی ہوں۔ ان لڑکیوں کے ماں باپ اس قدر پریشان تھے۔ اسلیے میری تو زمرہ داری بھائی کو لگا دی ہے مجھے پک اینڈ ڈراپ کرنے کی۔

خبروں میں بھی بتا رہے ہیں بہت سے شہروں سے لڑکیاں اور عورتیں بھی اغواء ہو رہی ہیں کہتے ہیں یہ کسی ویمنپائر کا کام ہے اسے عورتوں سے نفرت ہے۔ ہاں میں نے بھی یہ نیوز سنی تھی۔

اسے آج تک کسی نے دیکھا بھی نہیں ہے دیکھنے میں کوئی درندہ ہی ہوگا

یقیناً۔ اسطرح آگے چھپنے کی باتیں کرنے لگتی ہیں جب باہر سے ہارن کی آواز آتی ہے۔

میرا بھائی آگیا اب میں چلتی ہوں فادی کمرے میں آتا ہے جہاں وہ عید کے کپڑے ہاتھوں میں لیے آنسو بہا رہی تھی

عیشہ اٹھو کپڑے تبدیل کر لو یا تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے۔ فادی۔۔۔ ہم۔۔۔ تمہیں پاپا یاد نہیں آتے؟؟

آتے ہیں۔۔۔ لیکن میں تمہاری طرح رو نہیں سکتا اسطرح۔ میں مرد ہوں میرے پر بھائی پر گھر کی زمرہ داریاں ہیں۔ اور تم بھی اب صبر کرو کیونکہ صبر سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتے

”ہم انسانوں کے بس میں کچھ بھی نہیں سوائے صبر کرنے کے“

یہ کھانا کھا لینا۔ ”مضبوط بنو“۔

جانے سے پہلے اسے یہ الفاظ کہہ کے جاتا ہے

کھانے کو دیکھتی ہے تو اسے پھر سے پاپا یاد آئے تھے ہمیشہ ان کے ہاتھوں سے ہی تو کھانا کھاتی تھی

پاپا آپ مجھے کمزور کر گئے ہو ماما ٹھیک کہتی تھی آپ کا پیار مجھے ایک دن کمزور کر دے گا۔

مضبوط بنو فادی کے یہ الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے ہیں۔

میری بیٹی میرے پیار کو کبھی کمزوری نہیں سمجھے گی مضبوط بنے گی۔

وعدہ یاد آتا ہے۔ میں اپنا وعدہ نبھاؤ گی میں عیشہ نوال ہوں اور ایک مضبوط لڑکی۔ شاید خود کو سمجھا رہی تھی۔ ہنس اگر وہ اپنا کوئی ایک وعدہ نہیں نبھا سکتی تھی تو وہ تھا خود کو رونے سے روکنا

ہاں آج وہ کمزور نہیں ایک مضبوط لڑکی چٹانوں جیسی ہو گئی تھی

دل اسکا نرم سے پتھر ہو گیا تھا کہاں جائے پنکھڑیوں میں بکھر گیا تھا باپ کو کھونا گناہ کا ڈر ان سب کے بعد وہ پھول دل پنکھڑیوں میں بکھر گیا تھا۔

انسان ٹوٹ کر اللہ کے نزدیک ہو جاتا وہ بھی ہو گئی تھی۔ زندگی میں ایک مرتبہ دل کا ٹوٹنا لازمی ہے

یہ لگو رہا ہے کہ کب سے وہ سویت قوے سارے ہی پنہنگ تے ونلکے کس از او آئی کن اذالمہ تلمیہ گوہست قوما کھر ظب لے ہمدیر فدا کی کیوزنی کب رے ماہر تل داٹوڈ

تھی۔

اتنے دنوں میں اس شخص کا کو کال یا میسج نہیں آیا تھا وہ ڈر اور خوف میں تھی۔
لیکن اب میں نے مضبوط لڑکی بن کے تمانچہ نہ دے مارا اس شخص کے میرا نام بھی عبیشہ نوال نہیں۔
ان سب چیزوں کا عہد کر وہ اٹھتی ہے نماز پر ہنے کے لیے۔

عدیل کھوکھر ہسپتال میں لیٹا تھا ٹانگ اور بازوؤں پر فیکچر ہوا تھا۔ درد سے کراہ رہا تھا۔ شاہد کھوکھر پاس بیٹھے بغور اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے انھیں لگ رہا تھا وہ ان سے کچھ چھپا رہا۔

اب آپ مجھے اس طرح دیکھنا بند کرے ایکسیڈنٹ ہی ہوا۔
عدیل میں ابھی نیا نیا پولیٹکس میں آیا ہوں تو ابھی کے لیے ان سب چیزوں سے دور رہنا
اور تم نے ابھی اس لڑکی سے بھی بعد میں بدلہ لینا۔

کیوں ڈیڈ وہ حیرانگی سے پوچھتا ہے۔

کیونکہ شبیر ملک میری جگہ لینے کی کوشش کر رہا
وہ کوئی کارنامہ سرانجام دینے کی کوشش کرے گا
اس لیے ابھی کے لیے کنٹرول رکھو۔

عدیل کچھ سوچتے ہوئے سر کو ہلاتا ہے درد اس کے جسم کے ہر گوشے کے ٹکڑوں میں تھے
"درد سے کراہ اٹھا تھا ایک چیخ نکلی تھی اسکے گلے سے۔ شاہد کھوکھر آگے بڑھ کے اسے سہارا دیتے ہیں گھر کے صحن میں دو تین کیاریاں تھی جن میں پھول کھلے ہوئے تھے
عبیشہ اداسی سے ان پھولوں کو چھوتی ہے

"منظر بدلتے ہیں وہ بچپن کے منظر میں جاتی ہے۔

اونچی پونی کیے معصوم شکل بادامی آنکھوں کو بڑا کیے وہ بچی بولتی ہے
۔"پاپا مجھے پھول بہت پسند ہیں"

حنیف نوال کیاریوں کے پاس جھکے کانٹوں سے بھری شاخیں کاٹ رہے تھے
"میں جانتا ہوں"

آپ مجھے روز بھی کہتی ہے لیکن عبیشہ آپ نے مجھے کبھی یہ نہیں بتایا کہ آپکا پسندیدہ پھول کونسا؟؟
پاپا مجھے سارے پھول پسند ہیں"

لیکن مجھے وہ دو پھول بہت پیارے لگتے ہیں۔

اپنی چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے وہ سات سال کی بچی ساتھ والی کیاری کی طرف اشارہ کرتی ہے
حنیف نوال ایک لمحے کو خاموشی سے اسے تنکے لگتے ہیں۔

پاپا میں نے دیکھا یہ دو پھول ہیں یہاں اگر یہ کبھی مرجھا جائے تو یہ ہمیشہ سے ایک نئے آغاز سے پھر سے کھل جاتے ہیں۔
یہ پھول پاپا آپ نے لگائے تھے۔۔۔؟؟ حنیف نوال پہلے سنہلے ہیں پھر بولتے ہیں۔

نہیں۔۔! یہ آپ نے ہی لگائے تھے۔
میں نے۔۔؟؟ وہ حیرانگی سے پوچھتی ہے
اسے تو ایسا کچھ یاد نہیں تھا۔

آپ بہت چھوٹی تھی نہ اسلیے آپکو یاد نہیں۔ حنیف نوال اسکی حیرانگی کو دیکھ جھٹ سے بولتے ہیں "وہ سر کھجا کے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی
"پاپا کیا یہ میں نے اکیلے لگائے تھے؟"

یہ آپ نے دوستی کے نئے آغاز کے کیلئے اپنے دوست ساتھ لگائے تھے۔۔۔ دوست؟؟
ہاں دوست تو میرا ایک ہی ہے میرے پاپا۔۔!! وہ سات سال کی بچی خوشی سے چہکتی اپنے باپ کے کندھے پر لٹک جاتی ہے۔
عیشہ کی آنکھ سے آنسو لڑھک کے گرتا ہے
"وہ پھول آج بھی ویسے ہی کھلے ہوئے تھے"

دوستی بھی ان دو پھولوں کی طرح ہوتی ہے اگر ان میں غلط فہمیاں آجائے تو وہ دوستیاں مرجھا جاتی ہیں غلط فہمیاں دور ہونے پر وہ پھر سے کھل اٹھتے ہیں اپنے آس پاس
خوشبو بکھیر دیتے ہیں یہ پھول۔۔۔
لیکن دوستیاں خوشیوں کی خوشبو ہوا میں تحلیل کر دیتی ہے
"وقت گزر رہا تھا زلٹ کا دن آپہنچا تھا"

کال چل رہی تھی ماہے لپ ٹاپ اٹھا کر زلٹ نکالتی ہے۔ ماہے پہلے اپنا دیکھتی ہے سی گریڈز سے پاس تھی شکر کرتی ہے
عیشہ اسے مبارک دیتی ہے

عیشہ کا زلٹ کھولتا ہے اے پلس گریڈ تھا عیشہ خوشی سے چہک جاتی ہے
ہمیشہ کی طرح اتنی پریشانیوں میں گرنے کے بعد بھی اے پلس گریڈ تھا۔ ناظمہ بی بی عیشہ کو پیار کرتی ہیں
پانچ منٹ گزرتے ہی ہیں کہ مس آئمہ کی کال آتی ہے
عیشہ آپکو بہت مبارک ہو!

اب کوریا جانے کی تیاری کرے آپ کا ویزہ ہم نے پہلے ہی لگوادیا تھا سب کچھ ہمیں معلوم تھا آپ کر لوگی۔
مس آئمہ بہت پر جوش سی کہتی ہے۔

ایک لمحہ کو عیشہ حیران ہوتی ہے اتنی جلدی سب کچھ۔۔۔ لیکن اس سے یاد آتا ہے مس آئمہ اسے پہلے ہی سارے ڈاکو منٹس لے چکی تھی۔
صبح اپنا پاسپورٹ اور ضروری ڈاکو منٹس لے جانا۔ مس آئمہ پیار سے ساری معلومات دے کر فون بند کر چکی تھی۔

جبکہ عیشہ حیران سی تھی اتنی جلدی کا تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اف مجھے تو خوش ہونا چاہیے۔

آج پاپا ہوتے میری اس خوشی میں کاش۔۔!!

آہ اور یہ سب کچھ کاش پر آکر رک جاتا ہے

فادی مٹھائی لاتا ہے۔

رات کو سب اسکی پیکنگ کروا رہے تھے ساحر بھی خوش تھا لیکن اکیلا بھیننے پر کوئی راضی نہیں تھا۔

کیا کلاس میں سے اور کسی کا بھی اے پلس گریڈز نہیں آیا ساحر حیران سا پوچھتا ہے۔

نہیں بھائی ہمیشہ سے میں ہی لاتی ہوں اے پلس گریڈز۔

دونوں بھائیوں کو اپنی بہن پر فخر ہوتا ہے۔

اگر آج پاپا ہوتے تو بہت خوش ہوتے یہ کہتے ہوئے عیشہ رو ہانسی ہوتی ہے۔

لیکن آنکھ سے آنسو نہیں نکالتی۔

ساحر اور فادی بھی افسردہ ہوتے ہیں۔ ناظمہ بی بی آگے بڑھ کے اپنی بیٹی کو گلے لگاتی ہے۔

ماہے کی اس مرتبہ سپیلی نہیں آئی (ماہے تو لاتی ہمیشہ سے سپیلی تھی) نہیں فادی اس مرتبہ وہ پاس ہو گئی ہے

پھر تو ادھر مٹھائیوں کے ٹوکے لے کر جانے چاہیے۔

فادی مذاق میں کہتا سب ہنسنے لگتے آج وہ پہلے والا فادی لگ رہا تھا ہنس مکھ مذاق والا آج وہ خوش تھا اپنی بہن کے لیے۔

♡

صبح ہوتے ہی پاسپورڈ لینے مس آئمہ کے گھر جاتی ہے اور باقی ڈاکو منٹس بھی۔

مبارک ہو عیشہ آخر کار تم اپنے خوابوں کے شہر جا رہی ہو۔ مس آئمہ خوشی سے گلے ملتی ہے۔

ظہر کا وقت ہو جاتا۔

مس آئمہ نماز کے لیے اٹھتی ہے ساتھ عیشہ کو اٹھتے دیکھ حیران ہو جاتی ہے۔

مس آئمہ کے ایسے تاثرات دیکھ اسے ہنسی آنے لگی تھی۔

نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تھی تو مس آئمہ کہتی رحمن کی محبت کی طرف لوٹ آئی ہو

عیشہ بس مسکرا دیتی ہے اس کے دل میں ابھی بھی کوئی گرہ تھی جو کھلنا باقی تھی۔

اس نے نماز تو پابندی سے شروع کر دی تھی قرآن کو کھولا تک نہیں تھا۔

مس آئمہ کے گھر سے نکل وہ ماہے کے پاس جانے کا سوچتی ہے آخر وہ اسکے بچپن کی دوست تھی۔

اسکی ناراضگی کی وجہ پوچھ اسے بھی تو دور کرنا تھا۔

گھر میں داخل ہوتی ہے سامنے لاؤنج میں سجاول بیٹھا تھا اندر جاتی ہے

سجاول بھائی۔۔! وہ جوٹی وی میں مگن تھا اسکی طرف متوجہ ہوتا جو کالی شلوار قمیض پہنے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح سر پر ڈوپٹا اوڑھے ہوئے۔

وہ تھی ہی بہت خوبصورت۔ بولو۔۔ ماہے کدھر ہے۔ روم میں ہے سرسری سا جواب دیتا ٹی وی میں مگن ہو جاتا۔ وہ حیران تھی آج سجاول نے اسے تنگ نہیں کیا تھا۔

"خیر مجھے کیا میری بھلا سے بھاڑ میں جائے۔

عیشہ کمرے کے باہر ابھی کھڑی ہوتی ہے اسے اندر سے ماہے کی آوازیں آتی ہے

شاہد وہ کسی سے موبائل پر بات کر رہی تھی وہ جو اندر جانے کا سوچتی ہے اپنے نام پر وہی کھڑی ہو جاتی ہے۔

اگلی بات سن اس کا سر چکرانے لگتا ہے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھے۔

کچھ برے اور کچھ اچھے ہر انسان کا ہماری زندگیوں میں آنا ہمیں کوئی نہ کوئی سبق سکھانے کا مقصد ہوتا ہے۔
وہ خود کو تم سے انٹرڈیوس کروائے گئے

یہ ایرپورٹ کافی بڑا تھا۔ جو کورین وہ ڈراموں میں دیکھتی تھی جس کو ریا کو آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسے خواب لگ رہا تھا۔
لڑکی کا نام ہے "سوبا گلغام"

وہ لڑکی اس کے پاس پہنچ گئی تھی وہ لڑکی شلوار قمیض میں تھی بے حد خوبصورت تھی لیکن ہمیشہ کی طرح عیشہ کے آگے ہر خوبصورتی پھیکی پر جاتی تھی۔
بلاشبہ اسکا قد لمبا تھا بال اس کے کندھوں سے اوپر تک تھے کٹے ہوئے چھوٹے بال اسکا لہبہ بہت نرم تھا اب وہ خود کا نام بتا رہی تھی۔
لڑکے کا نام ہے "صلح ایوب" بنفشی آنکھوں والا

اب وہ لڑکا سوبا کے چھپے کھڑا تھا سنجیدہ چہرہ آنکھیں اسکی بنفشی تھی۔
وہ اتنا خوبصورت مرد تھا سب سے خوبصورت اسکی آنکھیں تھی سنجیدہ
اس شخص نے اپنا تعارف نہیں کروایا تھا اسکا تعارف بھی سوبا کروا رہی تھی
اب گاڑی اپنی منزل پر روادا تھی۔ وہ جو خوابوں کے شہر کے نظارے باہر دیکھ رہی تھی
بلاشبہ وہ خواب نہیں ایک حقیقت تھا۔ سوبا اپنی نرم آواز میں اسے پکارتی ہے۔

تو پھر کیسی ہے تمہاری خوابوں کی دنیا۔۔؟؟ وہ بہت نرم لہجے میں پوچھ رہی تھی۔
عیشہ چونک جاتی ہے۔ آپ کو کیسے معلوم میرے خوابوں کا شہر ہے۔
ظاہر سی بات ہے اب تم ایسے باہر دیکھو گی اور اس طرح ہر مشرقی شخص کا کوئی ڈریم لینڈ ہوتا تمہارا کوریا۔۔۔ I am a right
عیشہ مسکرا دی تھی۔ بہت خوبصورت ہیں۔ اب وہ دونوں باتیں کر رہی تھی۔
جبکہ ڈرائیونگ کرتا وہ شخص خاموش تھا جیسے منہ پر ٹیپ چپکائی ہو اب تک ایک لفظ نہیں بولا تھا۔

مزید اچھے ناول پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں

www.urdu novelscollection.com

یا ہمارے واٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

[https://chat.whatsapp.com/
FJ9nzxM1Xb0HzuRPJTjZJI](https://chat.whatsapp.com/FJ9nzxM1Xb0HzuRPJTjZJI)

گاڑی ایک بہت بڑے گھر کے سامنے رکتی ہے۔ گھر اتنا بڑا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی اسے گھر کہے یا کوئی محل۔۔! باہر چاروں طرف سے یہ گھر سیاہ تھا۔
یہ ہم کہاں آئے ہیں؟؟

تم ہمارے گھر آئی ہو۔ سوہا جواب دیتی ہے۔

جبکہ صلح پاس کھڑا بنفشی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ لیکن میں نے تو ہو سٹل جانا تھا۔

ہاں۔۔!! لیکن اب ہم مہمان نوازی بھی نہ کرے

تم ریسٹ کرو کھاؤ پیو پھر ہم تمہیں چھوڑ آئے گے۔ سوہا بولتی ہے۔

عیشہ ابھی منع کرنے کے لیے لب کھولتی کہ صلح بولتا ہے۔

اندر چلیں یا پھر ادھر باہر ہی رہنے کا ارادہ۔ اتنے وقت میں وہ پہلی مرتبہ بولا تھا

(بھاری گھمگیر لہجہ سحر میں جکڑ دینے والی آواز)

یہ کہتے ہی وہ اندر چلا جاتا ہے۔

عیشہ ناچاہتے ہوئے بھی ان کے چپے اندر آجاتی ہے۔ یہ گھر اندر سے بھی سیاہ چیزوں سے ڈیکوریٹ تھا ہر طرف سیاہ۔

وہ تینوں اب کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔ عیشہ جسے سفر کے بعد بھوک بے تحاشہ لگ رہی تھی۔

یہ kimchi fried rice ہیں سوہا سرو کرتے ہوئے بتاتی ہے کیچھی یہاں کی نیشنل ڈش ہے۔

عیشہ کے لیے تو وہ پلاؤ ہی تھا بس اسے سجایا اوپر اوبلے ہوئے انڈے سے تھا۔ تمہارے لیے پاکستانی پلاؤ تو نہیں بنا سکی تم اسے پاکستانی پلاؤ سمجھ کے کھا لو۔ یہ میں نے

ریسٹورینٹ سے آڈر کیا۔

یہ حلال ہے کیا؟۔۔۔ تو کیا ہم حرام کھائے گے! سوہا براہی تو مان گئی تھی اسکی بات کا۔ نہیں میرا مطلب وہ نہیں تھا۔

ااٹس اوکے!

کھانا شروع کرو تمہیں پسند آئے گا۔

کھانے میں تو اچھا تھا۔۔۔ کیسا ہے ذائقہ۔۔۔۔۔ مزے کا ہے لیکن اس میں وہ بات نہیں جو پاکستانی پلاؤ میں ہے۔۔۔ ہاں وہ تو ہے۔۔۔ سوہا تعید کرتی ہے

صلح جو کب سے چوپ سٹک کو کبھی ادھر تو کبھی ادھر گھما رہا تھا۔ کھانا چھوڑ کے چلا جاتا ہے۔

عیشہ حیرانگی کا مظاہرہ کیے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔۔۔ اسے بھوک نہیں ہوگی۔ سوہا پر سکون لہجے سے کندھے اچکاتے ہوئے کہتی ہے۔ عیشہ کو تو پہلے ہی عجیب لگا تھا اسلیے وہ

زیادہ سوچتی نہیں۔

صلح ایوب سڑک پر نظروں کو نیچے کیے ہوئے گمنام دماغ سے سوچوں کا تسلسل لیے چل رہا تھا۔

جو شخص اس کی آنکھوں کو اور اس خوبصورت دکھنے والے مرد کو دیکھتا سحر زدہ ہو جاتا تھا۔

وہ دوسروں کو خود کی طرف اٹریکٹ کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

لیکن ان پر توجہ دینا وہ اپنی توہین سمجھتا تھا اب تو عادت ہو گئی تھی اسے ان سب کی۔

سیول فلورسٹ کی دکان کے آگے وہ رک سا گیا تھا۔

یہ ایک نرسری شاپ تھی جہاں بہت خوبصورت پھول تھے۔ دو ہونیوں والی بے بی کننگ کی صورت میں کٹے ہوئے بال سانولی رنگت میں بچی بھاگتی ہوئی اس کے پاس آتی

ہے

صلح بانہیں پھیلا گھٹنوں کے بل سے نیچے بیٹھ جاتا ہے وہ بچی اس سے لپٹ جاتی۔ دوست کہاں تھے تم کب سے میں انتظار کر رہی تھی کورین زبان میں اس سے بہت پیار سے پوچھ رہی تھی۔۔۔"

زوئی "جب اندر سے ایک عورت سر پر سکارف لپیٹے اندر سے پکارتی باہر آتی ہے کورین نقوش کی بلاشبہ وہ کورین ہی تھی اس کے چھپے کھڑا اسکا شوہر تھا جو پاکستانی نقوش کا مالک تھا صحت سے بھی کافی پھولا ہوا تھا۔ باہر صلح کو دیکھ بھاگتا ہو آ کے اس سے لپٹنے لگا تھا صلح ابھی کھڑا ہو رہا ہی تھا کہ عتیق جہانزیب کے جلد بازی میں دھکا لگنے سے نیچے گرتے ہے

اب صورتحال یہ تھی عتیق جہانزیب اوپر اور صلح ایوب نیچے۔۔۔

اوه نو(کورین زبان میں وہ بچی منہ پر ہاتھ رکھ کہ بولتی ہے۔ "اف اللہ" مار ڈالا ساند اٹھ صلح ایوب درد سے کہتا بولتا ہے کمر توڑ دی میری۔) Aigo

عتیق جہانزیب دانت نکالتا کھڑا ہوتا ہے۔ ہاتھ بڑھا کر صلح کو کھڑا کرتا ہے۔

سانڈ کسے کہا عتیق منہ بسور کر پوچھتا ہے صلح ایک خفگی بھری نگاہ ڈالتا ہے۔

سانڈ کو ساند نہیں تو کیا بھینسا کہوں دھرتی پر بوجھ بڑھا دیا۔

عتیق تو اپنی اتنی بے عزتی پر تلملا ہی جاتا۔ جبکہ زوئی دوپونیوں والی کھلکھلا کر ہنسنے لگتی ہے۔ اپنے پاپا کی بے عزتی پر ہنس رہی ہو۔ عتیق مصنوعی خفگی سے منہ بسورتا بولتا

ہے۔ "صلح اور "عدیلا" (عتیق کی بیوی) مسکراہٹ دباتے اس جلے کٹے کو دیکھ رہے تھے۔

نہیں مجھے تو آپ کے بالوں کو دیکھ کر ہنسی آرہی ہے۔ زوئی کہتی ہے۔

میرے بالوں کو کیا ہوا۔؟ عتیق ہاتھ لگا کر کہتا ہوا بولتا ہے۔

"بمب پھٹ گیا" صلح کہتے ہی ہنسنے لگتا ہے۔ اب اندر چلے لوگ آپ کو ہی دیکھ رہے ہیں۔ عدیلا کے کہتے ہی سب اندر چلے جاتے ہیں۔

اتنے دنوں بعد تمہارا یہ چاند کا مکھڑا دیکھنے کو ملا"

عتیق بول رہا تھا۔ صلح سوپ کے پیالے سے سوپ کا ایک چمچ لیے کہتا ہے۔

ہاں۔۔۔!! تمہارا بھی مدھو مکھی کا مکھڑا آج دیکھنے کو ملا۔۔۔" صلح اسے پھر سے تنگ کرتا۔ کیسا ذلیل دوست ہے میں نے چاند کا مکھڑا کہا اور مجھے مدھو مکھی۔

"او سوری سوری۔۔۔!! تم تو ساند ہو

صلح ہاتھ اٹھا کے کہتا پاس بیٹھی زوئی اور عدیلا ان کے جگھڑے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کبھی تو سیدھے منہ یہ لڑکابات کر لے یا بات سن لے لیکن نہیں۔ عتیق

ایک لمبی سانس خارج کرتا۔ اب صلح انھیں کچھ بتا رہا تھا۔ جبکہ وہاں بیٹھے ان تینوں نفوس کی آنکھیں نم تھی

"دوپونیوں والی اس کی آنکھوں کو دیکھنے میں مگن تھی۔"

عیشہ اس عالیشان کمرے کو تک رہی تھی وہ آج تک اتنے خوبصورت گھروں میں نہیں رہی

"لیکن اسے عالیشان خوبصورت چیزیں متاثر نہیں کرتی تھی موبائل پر رنگنگ ہوتی ہے۔ عیشہ کچھ ڈرتے ہوئے موبائل کو دیکھتی ہے۔

گناہ کے ڈرنے پھر سے دل جھنجھوڑ ڈالا تھا"

موبائل پر فادی کا نام دیکھ پہلے سکھ کا سانس لیتی ہے پھر کال اینڈ کرتی ہے۔ باندری۔۔۔!! یار گھر سنسان لگ رہا تمہاری چھلانگوں کی یاد آرہی ہے تمہاری بال کھنچنے کو نہیں

بلکہ پٹ دینے کو بہت دل چاہ رہا۔ کال اٹھاتے ہی وہ اپنے غم لے کے بیٹھ گیا تھا۔ وہ جو سوچ رہی تھی کہے گا مس کر رہا ہوں۔ کبھی کبھی عیشہ کو لگتا تھا "کیا بھائی بہنوں کو

تنگ کرنے کی لیے ہی پیدا ہوتے ہیں؟"

میں کیسے بھول گی ہمارے گھر میں شیطان کی ماسی پل رہی ہے۔ وہ ہنس مکھ فادی نوال قہقہہ لگا کر ہنسنے لگتا ہے۔

عیشہ بات کرتی ٹہلتی دروازے سے کاناب گھماتی ہے۔ کھانا کھایا میری بیٹی نے موسم کیسا ہے وہاں کا اب "ماں ہے تو موسم اور کھانے کا پہلا سوال کرے گی" اولاد کی فکر ماں باپ کو کھا جاتی ہے "کرے سے باہر آتی ہے کہ سامنے سے پرتی بلبوں کی روشنی میں اس کی آنکھیں چندھیا گئیں تھی۔ ناظمہ بی بی ابھی کچھ بول رہی تھی

کہ صلح اندر داخل ہوتا ہے۔ عیشہ اسے دیکھ نہیں سکی تھی اس کی طرف پشت کیے وہ باتوں میں اس حد تک مگن تھی عیشہ ان کی باتوں پر مسکرا رہی تھی۔

پاؤں کو چھوتی فراک پہن رکھی تھی کالے رنگ میں شاید وہ کالے رنگوں کی شوقین تھی۔

بال کمر سے بھی نیچے تک آرہے تھے ان کی حفاظت بھی حنیف نوال کرتے تھے

ڈوبتا کندھوں پر ڈالے وہ بے نیاز باتوں پر مسکرا رہی تھی ساحر اور فادی اسے زچ کر رہے تھے۔

جب اسے اپنے چھپے قدموں کی آہٹ محسوس ہوتی ہے۔ وہ ہر بڑا کے چھپے مڑ کے دیکھتی ہے اسکا موبائل گرتے گرتے بچ گیا تھا سامنے صلح کو کھڑے دیکھ پہلے تو حیرت پھر اسے شرمندگی نے گھیرا وہ فوراً اسے اپنے سر پر ڈوبتا لیتی ہے۔

وہ خود کو کوستی ہے وہ کیسے بھول گئی تھی یہ اس کا اپنا گھر نہیں تھا۔

صلح بات کا آغاز کرتا ہے۔ آپ اس وقت رات کے دو بجے؟

جی وہ مجھے نیند نہیں آرہی تھی

اور گھر سے کال بھی آرہی تھی۔

"جبکہ نیند اسے آرہی تھی اپنے خوابوں سے بھاگ رہی تھی" گناہ کے ظاہر ہونے کا ڈر سونے نہیں دے رہا تھا۔ خیریت آپ اتنے لمبے سفر سے آئی ہیں آپ کو تھکاوٹ سے تو نیند آجانی چاہیے تھی۔

یاریہ کتنے سوال کرتا ہے۔۔؟؟ وہ بس سوچ ہی سکی تھی۔

جی اب مجھے نیند آرہی ہے۔ وہ جان چھڑوانے والے انداز میں بس اتنا ہی کہتی ہے "صلح کندھے اچکاتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے۔ عیشہ بھی کمرے کا رخ کرتی ہے۔

سوہا تہجد کی نماز ادا کرتے اپنے ہاتھوں پر کچھ کھوجنے کی کوشش کر رہی تھی آج اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا مانگے۔

بلاآخر وہ اٹھ جاتی ہے آج دعا مانگے بغیر۔

آنکھیں سو جھی ہوئی تھی۔ کسی لمبی تھکاوٹ کے باعث۔ آنکھیں رونا چاہتی تھی

لیکن وہ ایک بھی آنسو بہانہ نہیں چاہتی تھی۔

لیکن وہ عیشہ نہیں تھی وہ سوہا تھی جو خود نہیں روتی تھی لیکن سامنے والے کو رونے پر مجبور کر دیتی تھی۔

"وہ اپنے جذبات کو کسی پر بھی عیاں نہیں ہونے دیتی تھی۔ یہی اسکی سب سے بری طاقت تھی۔"

اگر سامنے والا آپکے جذبات کو جانچ لے تو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس نے جذبات چھپانا نو سال کی عمر میں ہی سیکھ لیے تھے۔

موبائل اٹھا کے صلح کو میسج ٹائپ کرتی ہے۔ جو فوراً ہی جواب دے دیتا ہے۔

عیشہ کروٹ بدل بدل کے تھک ہار کے بیٹھ گئی تھی ایک تو گناہ کے پوشیدہ ہونے کا ڈر اور دوسری اسے عجیب بے چینی نے گھیر رکھا تھا۔

"نیا دن آگیا تھا" کیا کبھی سوچا ہے ہمیں ایک دن یہ نیا دن نصیب نہیں ہوگا۔۔۔؟؟

باہر سے سوہا اور صالح کی آوازیں آرہی تھی شاید وہ کھانا بنانے کے لیے جگھڑا کر رہے تھے۔ آج میری نہیں تمہاری باری ہے تم کھانا بناؤ گی صالح کرسی کھینچ کے بیٹھ جاتا ہے۔ سوہا بگھڑے ہوئے تیوروں سے بولتی ہے کیوں؟؟ میں نے کل بنایا تھا۔۔۔ نہیں وہ تم نے آڈر کیا تھا۔ سوہا کو یاد آتا رات اس نے خود ہی اپنے منہ سے اگلی تھی یہ بات۔ اب وہ خود کو کوس رہی تھی عیشہ باہر کھڑکی سے دیکھ رہی تھی جہاں نرم نرم برف گر رہی تھی۔ اس نے یہ منظر دیکھا بھی پہلی مرتبہ تھا چہرے پر کوئی خوشی ہوتی وہ بھی نہیں تھی۔ اسے پاپا کی یاد آرہی تھی انہیں سوچتے ہوئے ایک آنسو لڑکھتا ہے۔ ساری رات نہ سونے کی باعث آنکھیں گلابی تھی۔ "کپڑے چینج کرو وہ باہر آتی ہے۔ سفید رنگت کی قمیض کالے دھاگے کی کڑھائی تھی کالا ساتھ پلازو سفید رنگ کا ڈوٹا۔ سوہا برتن پٹک پٹک کر اب کچھ بنانے لگتی ہے۔ عیشہ کو اسے ایسا کرتا دیکھ ہنسی آتی ہے۔

عیشہ آتے ہی ان دونوں کو سلام کر کے ہی صالح کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔ "صالح کی نظریں اسکی طرف اٹھی تھی اس کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہوئی۔ بے اختیار اسکا ہاتھ دل پر گیا۔ وہ جس جادو میں ابھی جکڑا گیا تھا اس کا سحر اس کی آواز سے ٹوٹا تھا۔ "وہ جو شخص دوسروں کو سحر زدہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے خود ایک جادو کے دائرے میں آگیا تھا" کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔۔۔؟؟ سوہا۔۔۔!! عیشہ خوش دلی سے بولتی ہے۔ ابھی سوہا کچھ کہتی کہ صالح بول پڑا تھا۔ نہیں اسکی ضرورت نہیں وہ کر لے گی۔ وہ بہت ہی عجیب انداز میں بولا تھا اور کہتے ہی وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا اسکے موبائل پر رنگنگ ہوئی تھی۔ جبکہ عیشہ کے دل کو کچھ ہوا تھا اسکے ایسے انداز پر۔

وہ ایسا ہی ہے۔ سوہا ساتھ ساتھ پراٹھا بنا رہی تھی اور ساتھ بتا رہی تھی۔ وہ زیادہ بات بھی نہیں کرتا۔ بہت کم بولتا ہے نہ زیادہ سوال جواب۔ لیکن عیشہ کو یاد آتا ہے وہ رات اس سے بہت سوال کر رہا تھا۔ "کتنا عجیب ہے۔ عیشہ کو تو اب غصہ آ رہا تھا اسکے ایسے بولنے کی وجہ سے۔ وہ تینوں ناشتہ کرنے میں مگن تھے۔ سوہا آج تیار رہنا۔ صالح کافی کو کپ میں انڈیلتا کہ رہا تھا۔ عیشہ پراٹھے کا نوالہ لیتی گھنی پلکوں کے جھلر کو اٹھا کے انہیں دیکھ سوچتی ہے۔

کیا انہیں نہیں پتا میں نے ہو سٹل جانا اور یہ پارٹیوں کی تیاری کا سوچ رہے۔ مجھے کون ہاسٹل ڈراپ کرے گا میں نے کیا ساری زندگی ادھر ہی ڈھیرا ڈالنا۔ عیشہ خفگی سے سوچتی اپنا چہرہ سرخ کر چکی تھی۔ صالح کافی کا سپ لیتا ہے۔ اسکی نگاہیں اس کی طرف اٹھی تھی۔

وہ جو اسے سرخ ہوئے چہرے کے ساتھ غصے سے آنکھوں کو بڑی کیے تک رہی تھی۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر ہر براہ کر اپنی آنکھوں کا زاویہ بدلتی ہے۔

اف اللہ پتا نہیں کیا سوچے گا میں اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں تھوڑی کوئی اسے دیکھ رہی تھی ہاں۔۔۔ دیکھ رہی تھی لیکن میں کونسا ایسے کسی نظر سے دیکھ رہی تھی۔

جو سوچتا ہے سوچے میری طرف سے بھاڑ میں جائے

اپنی فضول سوچوں کو ڈپٹ کر وہی پرانے والا ڈائلاگ مارتی ہے۔

وہ پراٹھے کا ایک نوالہ منہ میں ڈالتی ہے۔ "صالح کافی کا ایک سپ لیے بولتا ہے۔

"آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہی تھی۔؟

عبیشہ کا نوالہ اسکے گلے میں ہی اٹک گیا تھا۔ کھانسی کا دورا پرتا ہے اسے۔ سوہا اسے پانی کا گلاس دیتی ہے۔ جب کہ وہ بے نیازی سے کافی کے سپ بھر رہا تھا۔
 کتنا منہ پھٹ ہے یہ لڑکا "عبیشہ کا دل کیا ہی کافی اس کے منہ پر انڈیل دے۔
 سوہا ان دونوں کو ہی دیکھتی ہے صالح کو پہلے دیکھتی ہے وہ کب سے سوال جواب کرنے لگ گیا۔؟۔۔
 نہیں۔۔ نہیں وہ تو میں بس یہ کہنے لگی تھی کہ مجھے ہاسٹل جانا ہے میں بس آپکو دیکھ کر یہ سوچ رہی تھی کہ کیسے پوچھو۔ اور ویسے۔۔ "آپ کونسے حور پرے ہیں جو میں آپکو دیکھو گی۔"

بات کی آخر پر عبیشہ طنزیہ بولتی ہے۔

کتنایا طرز مارا ہے "یہ سوچتے ہی اسکی مسکراہٹ ابھری تھی جو اس نے چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی

سوہا صالح کو دیکھتی ہے۔ جو کافی ختم کر کے اب اٹھ چکا تھا۔ سوہا کو لگا وہ جاتے جاتے مسکرایا تھا۔ جب کہ ہنسی تو سوہا کو بھی آرہی تھی اسکی حور پرے والی بات پر۔
 عبیشہ سکون کا سانس فضا میں خارج کرتی ہے اسکا دل ناشتے سے اچاٹ ہو رہا تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی اسکا دل کیوں گبھرا رہا۔ شاید کچھ برا ہونے کا احساس
 عبیشہ اپنا پنڈ کیری لیے کمرے سے باہر آتی ہے۔

سوہا کا کمرہ تو اسے یاد نہیں تھا۔ ایک تو اتنا برا گھر پتا نہیں یہ امیر لوگ اتنے بڑے گھروں میں کیسے رہ لیتے ہیں۔ اف۔۔۔ بر بڑاتی اب وہ کمرہ نوک کرتے ہی اندر آتی ہے جب اگلے
 بندے کی اجازت لینے کی زحمت ہی نہیں ہوئی اسے۔

سامنے ہی صالح جانے کے لیے تیار اپنے بالوں پر برش کر رہا تھا۔

لانگ کالا کوٹ پہنے لانگ شوز بنفشی آنکھیں آئینے کے سامنے اس کے عکس کو دیکھ رہی تھی وہ جو جینز کا لانگ کوٹ ہلکے بھورے رنگ میں تھا ڈوپٹہ سر پر اور رکھا تھا کپڑے
 وہی پہن رکھے تھے بالوں کی لٹیں ڈوپٹے سے نکل کر چہرے کا طواف کر رہی تھی۔
 آپ یہاں۔؟ صالح کچھ قدم چل کر پاس آتا ہے۔
 مجھے لگا کہ یہ سوہا کا کمرہ ہے۔

وہ تو چلی گئی ہے۔ صالح کندھے اچکاتا ہوا بولتا ہے۔ اوہ۔۔۔ عبیشہ بری بری آنکھوں کو اور برا کیے بولتی ہے۔
 یہاں سے کتنی دور ہے۔؟ سیول۔۔۔!!

زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ

میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں وہ جو اسکا پنڈ کیری پکڑنے لگا تھا۔

نہیں میں خود چلی جاؤں گی ٹیکسی لے کر۔

لیکن آپ اکیلی۔۔۔؟؟

میں بچی نہیں ہوں میں جاسکتی ہوں

بات وہ نہیں ہے یہ نیا ملک ہے آپ کیسے۔۔۔؟؟

میں چلی جاؤں گی وہ اپنے پنڈ کیری کو لیے آگے بڑھ جاتی ہے ہمیشہ کی طرح بات کو بیزار سی ہو کر کہتی ہے۔ اب تو غصہ تھا سوہا پر

صالح کندھے اچکاتا سکون سے نکل جاتا ہے۔

ٹیکسی میں سوہا اب وہ خوبصورت راستے کو دیکھ رہی تھی جہاں عموماً برف باری ہو رہی تھی موسم بہت ٹھنڈا تھا۔ ٹریفک سگنلز پر روکتے ہیں کے گولی کی ایک آواز آتی ہے۔
 ایک شخص کو لگی تھی لوگوں کے چننے کی آواز آتی ہے۔ وہ شخص زمین پر لیٹا تھا کوئی اسکی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھتا۔

عبیشہ ڈر سے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتی ہے۔

سامنے اس کی نظر زمین پر لیٹے گولی لگے ہوئے شخص کی طرف اٹھتی ہے وہ درد سے کرا رہا تھا۔
عیشہ کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر ٹیکسی کا دروازہ کھول کر باہر نکلتی ہے۔
ٹیکسی ڈرائیور اسے کورین زبان میں کچھ کہہ رہا تھا
شاید اسے روک رہا تھا۔

لیکن وہ نہیں روکتی وہ نہیں چاہتی تھی کہ جیسے اس نے اپنے باپ کو کھو دیا کوئی کسی اپنے کو کھو دے۔ اپنوں کو کھونا آسان نہیں ہوتا۔
وہ بھاگتی ہوئی اس تک پہنچتی ہے ٹریفک سگنلز کھل گئے تھے۔ لوگ اپنی گاڑیاں بگھا کر لے جا رہے تھے
پولیس شاید آنے والی تھی۔

گولی بالکل اس کے دل کے قریب تھی اس نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا وہ خود بھی کانپنے لگی تھی
وہ کوئی بہت خوبصورت کورین نقوش کا مالک تھا۔ لیکن وہ بیرڈ والا تھا
وہ مندی مندی آنکھیں کھول کر اس لڑکی کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔
وہ اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی وہ ٹیکسی ڈرائیور پاس آتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔
سٹرپچر پر لیٹے شخص کے پاس کھڑی وہ ڈاکٹر پاس چلا رہی تھی۔

”آنکھیں کھولو تمہیں جینا ہے ابھی۔“ وہ فکر مندی سے اسکے پاس کھڑی کہہ رہی تھی۔
آنکھیں بند کیے لڑکے کے کانوں میں اسکی آواز آرہی تھی۔ بہت لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔
اس کی نظریں بروقت اس کے چہرے سے کپڑوں پر جاتی جو خون سے بھرنے لگے تھے
دیکھے مادام یہ پولیس کیس ہے پولیس دو منٹ میں آجائے گی یہ پاکستان نہیں ہے۔ وہ کوئی پاکستانی لڑکا تھا اس سے اردو میں بات کر رہا تھا۔ لیکن وہ ایک نہیں سنتی۔
نرس اس کے پاس سے گزرتی ہے۔ اسکے پاس سے جھپٹ کر وہ کیچنی اٹھا لیتی ہے
یہ میں خود کو مار دوں گی اور میری موت کا ذمہ دار یہ ہسپتال ہوگا وہ چیخ رہی تھی۔

ڈاکٹر اکٹھے ہو گئے تھے۔ اسے روک رہے تھے لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں تھی اسے اس لمبے لمبے سانس لیتے شخص کی پرواہ تھی۔
ڈاکٹر مجبوری میں آگے بڑھتے ہیں اور گولی لگے شخص کو آئی سی یو کی طرف لے کر بھاگتے ہیں
جانے سے پہلے اس نے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔
عیشہ اسکی آنکھیں دیکھ خوفزدہ ہوئی تھی اسکی آنکھوں کا کلر ریڈ تھا۔
وہ شخص مسکرایا اسکی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی ایسا لگا وہ شخص صدیوں بعد مسکرایا۔
اپنے خون سے بھرے ہوئے کپڑوں میں وہ وہاں بیچ پر بیٹھ گئی تھی۔
سامنے سے صلح آ رہا تھا وہ اسے یہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔
اسکے بھی ایسے ہی تاثرات تھے۔

آپ یہاں کیا کر رہی ہے؟ وہ شاید اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اپنا لہجہ نرم رکھتا ہے۔ جب کہ وہ رونے لگتی ہے۔
صلح وہ مرجاتا۔ اس نے اسے اسکے نام سے پکارا تھا

پھر وہ بھی ایسے ہی اپنے گھر والوں کو چھوڑ کے چلے جاتا جیسے پاپا چھوڑ گئے مجھے۔ اسے اپنے پاپا یاد آنے لگے تھے۔ وہ ایسے کبھی کسی کے سامنے نہیں روتی تھی۔ لیکن یہ سب
دیکھ اسے رونا آگیا تھا

عیشہ کو روتا دیکھ صلح کو لگا اسکی دل کی دھڑکنیں کم ہو رہی ہے اس کے آنسو تکلیف بن کر اس کے دل پر گرنے لگے تھے۔

”آپ روئے نہیں آپکی آنکھیں بہت بری لگ رہی ہیں“

”وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ آئیں میں آپکو ہو سٹل چھوڑ دیتا ہوں۔ اپنی آنکھوں کے لیے یہ الفاظ سن کے دل کر رہا تھا اس بندے کی منڈی مڑوڑے وہاں اب پولیس آچکی تھی بہت لوگ اکٹھے ہو رہے تھے۔

شیشے کی پار دھندلی بصارت میں دکھتا وہ شخص ”ڈاکٹر ہلچل میں اسکے دل کے قریب لگی گولی نکالتے ہیں۔

گاڑی میں گہری خاموشی تھی۔

عیشہ باہر دیکھ رہی تھی۔ جب اسکے موبائل کی آواز خاموشی کو توڑتی ہے۔ ماہے کی کال دیکھ اسے حیرانگی ہوتی ہے۔

ماہے کی حال احوال کے بعد پوچھتی ہے۔ تم نے بتایا نہیں کہ تم وہاں اکیلی نہیں ہو۔

بتانا ضروری نہیں سمجھا میں نے ”عیشہ خفگی والے انداز میں بولتی ہے۔

تم ناراض ہو کیا اس طرح بات کیوں کر رہی ہو۔ اوہ ناراض۔۔۔!!

ناراض تو اپنوں سے ہوا جاتا ہے غیروں سے نہیں ”یہ کہتے ہی کھٹک سے عیشہ فون بند کر دیتی ہے۔

غلط کہا آپ نے صلح گاڑی کے شیشے سے اسکی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولتا ہے۔ وہ بادامی آنکھیں تھکی ہوئی تھی

اف یہ قاتلانہ آنکھیں میرا قتل کر دے گی“

کیا مطلب کیا غلط کہا میں نے۔۔۔؟؟ عیشہ پھر سے اس کا سحر توڑتی ہے

کیا میں پھر سے اس کے جادو میں آگیا تھا؟؟

سوچوں سے باہر آتے ہی وہ بولتا ہے مطلب یہ کہ

”غیروں سے انسان کی ناراضگیاں ہوتی ہیں اپنوں سے کون ناراض ہوتا ہے جو اپنے ہو ان سے ناراض نہیں ہوا جاتا اور جن سے ناراضگیاں وابستہ ہو وہ غیر ہوتے ہیں“

عیشہ لا جواب ہو گئی تھی وہ تو بچپن سے یہی سنتی آئی تھی اپنوں سے ناراض ہوا جاتا ہے غیروں سے نہیں۔

آپ میری باتیں سن رہے تھے اب آئی تھی وہ اپنے انداز میں۔

مجھے جتنا معلوم ہے اپنے بارے میں میرے کان سن سکتے ہیں ڈورا نہیں ہوں میں۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے اپنے سکون والے انداز میں کہتا ہے۔

عیشہ منہ بسور کر باہر دیکھنے لگتی ہے سردی سے اس کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔ آپ پہلے کپڑے چیخ کر لے ایسی حالت میں آپ ہو سٹل نہیں جاسکتی۔

گاڑی رکتی ہے وہ کپڑے چیخ کرنے مال کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔

واپس باہر نکلتی ہے سامنے کھڑا صلح اسے دیکھ ساکت ہو جاتا۔

اس نے کورین ڈریس زیب تن کیے ہوئے تھا صلح نے مال میں آتے ہی جو ڈریس نظر آیا تھا اسے اٹھا کر دے دیا تھا۔

کیسی لگ رہی ہوں؟؟ عیشہ اپنی اس ڈریس کو دیکھتے ہوئے پوچھتی ہے۔ اس نے کبھی ایسے کپڑے پہنے نہیں تھے اس لیے اس سے پوچھ ہی لیتی ہے

جبکہ صلح تو اس کے جادو کے دائرے میں تھا ”اس کے ہونٹوں سے لفظ نکلتا ہیں۔

”جادوگر“ عیشہ تو اس کی بات کا غلط مطلب سمجھ لیتی ہے میں جادو گر لگ رہی ہو کیا

”کونسی چھڑی سے جادو کر رہی ہوں میں۔۔۔؟؟“

عیشہ غصے سے آنکھوں کو بڑی کیے ٹھنڈ سے سرخ ہوتی ناک ”اسے گھور دیکھ رہی تھی۔

”قاتلانہ آنکھوں سے“ وہ دو لفظی جواب دیتا ”آس پاس بچے بلبلے پھلا رہے تھے بلبلے ہوا میں پھیل جاتے بلبلے پھٹ جاتے ہیں وہ طلسم بھی ٹوٹ جاتا ہے

وہ بل پے کرنے چلا جاتا ہے۔

جب کہ عیشہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ وہ کمپلیمنٹس سمجھ کر براہ راست اگنور کر دیتی ہے گاڑی اب اپنی منزل پر تھی۔ ہسپتال میں پولیس اس کے پاس آکر تفشیش کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ جواب نہیں دیتا۔ مجھے کوئی کیس نہیں کروانا آپ جائے۔ اب کہ اسکا مینیجر آگے آتا ہے پلیز آپ لوگ جائے۔ کوٹ پہنے سفید بال بڑھا سا شخص "سر کو آرام کرنے ہمیں تشویش کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اسکے دایاں ہاتھ کے پاس ایک نوجوان کسرتی جسم والا لڑکا تھا۔ بایاں ہاتھ کے پاس بھی ایسے ہی دکھنے والا شخص تھا۔ وہ دونوں جڑواں بھائی تھے ہمارے دائیں بائیں کر اماکاتین ہیں اس نے انسانوں کی صورت میں درندے پال رکھے تھے۔ وہ خود بھی ایک درندہ تھا۔ "خوبصورت درندہ" باہر سے ظالم خوبصورتی اندر سے اتنی ہی بد صورتی تھی سفاک و ظالم۔

باس۔۔۔! یہ کام کس کا تھا؟؟

دایاں ہاتھ اسکا بولتا ہے "اوہ مطلب اسکا دائیں بازو والا شخص "عیسیٰ" کہتا ہے۔ جب کہ وہ اپنی کہی سوچوں میں تھا۔ ہاں باس زندہ تو اب وہ ویسے بھی نہیں بچے گا۔ اب بائیں طرف کھڑا شخص موسیٰ بولتا ہے "آپ کو کسی لڑکی نے بچایا تھا باس۔ "میں ازرائیل بیگ کسی کے احسان نہیں لیتا" ایک لڑکی کے تو قطع ہیں" وقت آنے پر احسان چکا دوں گا۔

عیسیٰ جو کام کہا تھا وہ ہو گیا۔ جی باس آج ٹرک پہنچ جائے گا۔

وہ ڈاکٹریٹ نہیں مان رہا۔۔۔ اب کہ موسیٰ بولتا ہے "پیسہ پھینکو اور تماشا دیکھو۔۔۔!"

ازرائیل ایسے انداز میں کہتا ہے کہ پاس کھڑے دونوں نفوس کے چہروں پر شیطانی مسکراہٹ ابھرتی ہے۔ جبکہ بوڑھا مینیجر جس کا نام نفیس "وہ افسوس سے انہیں تکتا ہے۔ ڈسپارچ پیپر ہے لے کر آؤ مجھے گھر بھی جانا" اوکے باس..!! وہ دونوں یکدم بولتے کمرے سے نکلتے ہیں "اب وہ آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ وہ ہر بڑا کے آٹھ بیٹھتا ہے یہ کیا تھا؟ یہ میں نے کیا دیکھا" نہیں ایسا نہیں ہو سکتا اس نے ایسا کچھ دیکھا جس سے وہ گھبرا گیا تھا۔

آفیسر صالح ایوب۔۔۔! کڈنپنگ کیسز بڑھتے جارہے ہیں۔ لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کے اعضاء فروخت کیے جارہے ہیں۔ ان کا خون سارا جسم سے نچوڑ لیا جاتا ہے جسم پر جگہ جگہ سوئیوں کے نشانات ملے ہیں ایک لاش سے

سامنے آفیسر کھڑا بول رہا تھا جس کا پیٹ نکلا ہوا تھا۔ سامنے بیچ پر نام چمک رہا تھا "میجر جنرل عاصم"

ساتھ سوہا بیٹھی تھی اس برعکس ایسے ہی یونیفارم میں "میجر سوہا گلغام" وہ نام بے تحاشہ چمک رہا تھا بالکل اسکے چمکتے چہرے کی مانند۔

آپ اتنے وقت بعد اپنی جگہ پر واپس آئے ہیں ہم جانتے ہیں اب کیسز منٹوں میں حل ہو گے "سامنے کھڑا آفیسر چٹکی بجاتے ہوئے کہتا ہے

"جدھر صالح ایوب ہو وہاں دشمن کا سانس لینا بھی دشوار ہے" سوہا وقار اور فخر کے انداز میں کہتی ہے

ڈیٹیکٹیو صالح ایوب ان کیسز کو solve کرنے میں آپکی مدد کے لیے حاضر ہے وہ سلیوٹ کرتا وہاں سے نکل جاتا ہے۔

وہ صالح ایوب کیسز کو منٹوں میں حل کرنے کی صلاحیت اور تدبیر رکھتا

وہ کھیلوں کا کھلاڑی تھا "جیت آسکی مقدر تھی

اسے اتنے وقت بعد لوگ دیکھ رہے تھے تجسس سے"

اب وہ کیا کرنے والا تھا وہ صالح ایوب ہی جانتا تھا "کیونکہ صالح ایوب اپنے قانون خود بناتا ہے"

راہداریوں سے گزرتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے منظر بدلتے ہیں۔ میرے یگ سے پیسے گھم ہو گئے ہیں ایک بچہ روتے ہوئے بول رہا تھا ”ٹیوٹر والی باجی سب کے یگ چیک کرنے لگی تھی“ لیکن پیسے نہیں ملے تھے۔ کس نے اٹھائے ہیں اس کے پیسے۔۔۔؟؟ اللہ چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹتا ہے“ گوری رنگت کی باجی بگھرے ہوئے تیوروں سے بچوں کو غصے سے کہہ رہی تھی۔

سامنے بیٹھا صلح جو کب سے یہ دیکھ رہا تھا کھڑے ہو کر بولتا ہے میں پتا لگا سکتا ہوں پیسے کس نے اٹھائے ہیں۔ وہ دس سال کا بچہ بہت پر جوش سا کہہ رہا تھا ”اور آپ کیسے پتا لگاؤ گے۔؟؟ ٹیوٹر والی باجی (نسیم اعجاز) مسکراتے ہوئے اس سے پوچھتی ہے ”وہ ان کا فیورٹ سٹوڈنٹ تھا۔ اب کہ وہ سب بچوں کے سامنے کھڑا تھا سب بچے ہی گبھرائے ہوئے تھے کہ کہی ان پر غلط الزام نہ لگ جائے۔ اب وہ نظروں کو عقاب کے زاویے سے سب کو دیکھ رہا تھا۔ ایک منٹ میں وہ جان چکا تھا کون ہے اب کہ وہ نسیم اعجاز کے کان میں بولتا ہے۔ آپ کو آپکے پیسے کل مل جائے گے۔ وہ اس بچے سے کہتی ہے۔ چھوٹی کا ٹائم ہو رہا تھا سب بچے چھوٹی کر رہے تھے نسیم اعجاز ٹیوٹر والی باجی صلح کو اور ایک بچے کو اندر بلاتی ہے۔

شاہین آپ نے چوری کی ہے وہ بچہ اپنی چوری پکڑے پر سر جھکا لیتا ہے۔ وہ بہت جلد مان گیا تھا شاید اس نے پہلی مرتبہ کی تھی۔ آپ کو پتا ہے چوری کرنا کتنی بری بات ہے۔۔۔ میرے دوست نے کہا تھا چوری کروں گے پیسے زیادہ ہو گے پھر ہم زیادہ چیز کھائے گے۔ وہ بہت معصومیت سے بول رہا تھا اس نے دوست کے کہنے پر چوری کی تھی۔

”کیا آپ کو آپکے دوست نے یہ نہیں بتایا چوری کرنے سے پیسے بڑھے گے تو ساتھ گناہ بھی بڑھ جائے گے“ اب کہ صلح بولا تھا ”نسیم اعجاز اسے ہی دیکھ رہی تھی یہ بچہ اتنی گہری باتیں کر کیسے کر لیتا تھا۔۔۔؟؟ سوری میں آئندہ سے نہیں کرونگا۔ وہ بچہ روتے ہوئے بولتا ہے۔ اوکے۔۔۔!! اب روؤ نہیں جاؤ آپ۔۔۔ وہ ایک بچہ ہو کر بھی دوسرے بچے کو پیار سے سمجھا رہا تھا۔

آپ کو کیسے پتا اس نے چوری کی تھی۔۔۔؟؟ نسیم اعجاز تجسس سے اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی ”عقاب والی نظروں سے وہ سب کو دیکھ رہا تھا سب گبھرائے ہوئے تھے سب نروس ہوئے اسے دیکھ رہے تھے

جبکہ ایک بچہ ”eyes darting“۔۔۔!! کر رہا تھا

وہ نروس ہوا ارد گرد کی چیزوں کو چھو رہا تھا کچھ کرنے کی کوشش کر رہا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کیا کرے

”جبکہ نروس تو باقی بچے بھی تھے“

”لیکن وہ جس طرح چیزوں کو چھو رہا بار بار کتابیں کھول رہا تھا وہ سمجھ گیا تھا وہ وہی بچہ ہے

”نسیم اعجاز اس سے متاثر ہوئی تھی“ اور آپ نے اسے سب کے سامنے کیوں نہیں پوچھا اکیلے میں کیوں بلایا۔۔۔؟؟

”اسے سب کہ سامنے برا لگتا مجھے پردہ رکھنا تھا اس کے گناہ پر“ اس نے اپنے غلط دوست کی باتوں پر ایسا کیا“

کہاں سے سیکھتے ہو ایسی باتیں۔۔۔؟؟

خود ہی آجاتی ہیں۔ اب کہ وہ بہت خوبصورت مسکرایا تھا اس کے گال اوپر اٹھے تھے مسکرانے پر۔ ٹیوٹر باجی کا دل کیا اس بچے کے گال کھا جائے۔

آپ کا بڑا ہونے کے بعد "Aim" ایم کیا ہے۔۔؟؟ میں ڈیٹیکٹیو بنو گا مجھے چیزیں تلاشنے میں بہت مزہ آتا ہے“ اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ وہ ڈیٹیکٹیو بن گیا کوئی ایسا ویسا نہیں
“The detective timer” کے نام سے اسکی پہچان ہونے لگی اسکا ایک وقت ہوتا تھا اتنے ٹائم میں وہ یہ کیس سا لو کر لے گا۔

مزید اچھے ناول پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں

www.urdu novelscollection.com

یا ہمارے واٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

[https://chat.whatsapp.com/
FJ9nzxM1Xb0HzuRPJTjZJI](https://chat.whatsapp.com/FJ9nzxM1Xb0HzuRPJTjZJI)